تعزیت اور جلسہ تعزیت کا حکم

تعزیت کے معنی ہیں: تسلی دینا، دلاسا دینا۔ عزّاہ: تسلی دینا، ڈھارس بندھانا، صبر دلانا۔

تعزیت مستحب ہے، حدیث شریف میں ہے: من عَزَّى مُصَابًا فَلَه مثلُ أجره: جو شخص کسی مصیبت زدہ کو تسلی دے اس کے لئے اس مصیبت زدہ کے ثواب کے مانند ہے، یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے اور کچھ زیادہ قوی نہیں پھر حدیث فضیلت کی ہے، اس لئے تعزیت واجب نہیں مستحب ہے۔

اور تعزیت: مرد عورت کی اور عورت مرد کی کرسکتی ہے، عورت اجنبی ہو تو پردے کے ساتھ کرے، شرح مُنیہ میں ہے: وتستحب التعزية للرجال والنساء اللاتى لايفتن لقوله عليه الصلاة والسلام: من عزى أخاه بمصيبة كساه الله من حلل الكرامة يوم القيامة، رواه ابن ماجة. وقوله عليه الصلاة والسلام: من عزى مصابا فله مثل أجره رواه الترمذی وابن ماجه (شامی ا:٦٦٣) روى الترمذی: من عزى ثكلى كُسى بردا فى الجنة:

اور مصیبت عام ہے، خواہ کسی کے مرنے کی مصیبت ہو، یا مال سامان پر کوئی آفت آئی ہو یا کسی کا کوئی بڑا نقصان ہو گیا ہو تو اس کو تسلی دینا بھی حدیث کا مصداق ہے، اسی طرح تسلی دینا بھی عام ہے، خواہ مصیبت زدہ کے پاس جا کر تسلی دے یا خط وغیرہ کے ذریعہ تسلی دے، اور فقہاء کرام نے اگر کوئی عذر نہ ہو تو تعزیت کے لئے تین دن کی مدت مقرر کی ہے، اس کے بعد غم بھولنا چاہئے، اب تسلی دینے سے صدمہ تازہ ہوگا، اس لئے تین دن کے بعد تعزیت مکروہ ہے۔ اور مدت کی یہ تعیین غالباً اس حدیث سے لی گئی ہے کہ کسی بھی عورت کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے: جائز نہیں کہ شوہر کے علاوہ پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، تین دن کے بعد غم بھولنا چاہئے، اب سوگ سے صدمہ تازہ ہوگا۔

پھر ایک وقت گذرنے کے بعد جلسۂ تعزیت کرنا اور اس کو سیمینار وغیرہ کا نام دینا یا خراجِ عقیدت پیش کرنا قرونِ ثلاثہ سے ثابت نہیں، اور جو حضرات اس کے جواز کو اذكروا محاسن موتاكم سے ثابت کرتے ہیں وہ ایک دوسری حدیث کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ دوسری حدیث یہ ہے: نَهَى عن المَرَاثي: یہ حدیث ابن ماجہ میں ہے (نمبر ۱۵۹۲) اس کی سند میں ایک راوی ابراہیم ہجری ہے، یہ راوی بہت کمزور ہے اور پہلی حدیث ترمذی شریف میں ہے اس کی سند میں عمران بن انس مکی ہے وہ بھی بہت کمزور ہے۔

اور پہلی حدیث کا مطلب درمختار میں —— جو اپنے حواشی کے ساتھ مفتی بہ کتاب ہے —— یہ لکھا ہے: يُندَب ...... سَترُ موضِع غَسلِه فلا يَرَاه إلا غاسِلُه ومَن يُعينه وإن رأى به ما يكره لم يَجُز ذكرُه لحديث اذكروا محاسنَ موتاكم وكفّوا عن مساويهم: یعنی میت کو نہلانے والوں کے سامنے کوئی خوبی آئے جیسے جسم سے خوشبو آئے یا چہرہ روشن ہو جائے تو ان خوبیوں کا تذکرہ کرنا چاہئے تاکہ لوگوں میں نیک بننے کا جذبہ پیدا ہو اور اگر میت کے جسم سے بدبو آئے، چہرہ کالا پڑ جائے، چہرہ قبلہ سے پھر جائے یا کوئی اور عیب سامنے آئے تو خاموش رہنا چاہئے، اس کا تذکرہ نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ گندگی میں ڈھیلا پھینکنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

Scanned by CamScanner

اور رَثَی المیتَ مَرْثِیۃ کے معنی ہیں: مردے کے محاسن بیان کرنا۔ مرثیہ: وہ اشعار یا کلمات ہیں جن کے ذریعہ مردہ پر اظہار غم کیا جاتا ہے، اس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے۔ جو حضرات پہلی حدیث کو عام کرتے ہیں کہ جس کا بھی انتقال ہو جائے اس کی صرف خوبیاں بیان کی جائیں، اس کی برائیاں بیان نہ کی جائیں، اور وقت کی کوئی قید نہیں، اس میں علامہ شامیؒ نے قید بڑھائی ہے: مالم یکن المیتُ صاحب بدعۃ: یعنی گمراہوں کی غلطیوں کا تذکرہ ضروری ہے تاکہ لوگ ان کی گمراہی میں نہ پھنسیں۔ اب حدیث عام ہوگئی، مگر اس کا تعزیت اور جلسۂ تعزیت سے کچھ تعلق نہیں، پس ایک وقت گذرنے کے بعد جلسۂ تعزیت کرنا اگرچہ نام بدل کر کیا جائے، حدیث نھی عن المراثی کا مصداق ہے، اس لئے ممنوع ہے۔ نیز تعزیت ایک ہی مرتبہ مشروع ہے دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے (درمختار) اور سمینار کی یہ تاویل کہ اس سے مقصود سیرت محفوظ کرنا ہے، یہ تاویل باطل ہے، اس کے لئے مجلات میں مضامین لکھے جائیں اور سوانح لکھی جائیں، غیر مشروع طریقہ کیوں اختیار کیا جائے؟

بدعت اور رسم شروع میں اچھی نظر آتی ہیں، جیسے پہلے سادگی کے ساتھ میلاد ہوتا تھا، پھر جب اس میں خرافات شامل ہوگئیں تو اکابر دیوبند نے اس کو بدعت کہا، جلسۂ تعزیت کا بھی اب یہی حال ہوگیا ہے، اس میں نہ صرف فوٹو گرافی ہوتی ہے، بلکہ ہاتھ کے ہاتھ اس کو نشر بھی کیا جاتا ہے، گمراہ فرقوں کو بھی دعوت دی جاتی ہے جس سے مسلک مشتبہ ہوتا ہے، اور متوفی کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے جیسے اس سے بڑا دنیا میں کوئی ہوا ہی نہیں، ایسی مدح سرائی بھی ممنوع ہے، اور اکابر کا وہی عمل حجت ہے جو قرآن وسنت اور قرونِ ثلاثہ سے مؤید ہو، براہین قاطعہ میں یہ بات بار بار بیان کی گئی ہے، اور مسلکی مزاج ص ۲۳ میں بھی ہے۔ اور بڑے حضرت رائپوری قدس سرہٗ کے جلسۂ تعزیت میں جو اکابر نے دفع دخل مقدر کیا ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ اذکروا محاسنَ موتاکم پر عمل ہے، اس میں اشارہ ہے کہ اس جلسہ میں اس کو منکر سمجھنے والے بھی تھے، ورنہ دفع دخل مقدر کی کیا ضرورت تھی؟ پھر اس جلسہ میں مرثیے پڑھے گئے تھے، پس غور کیا جائے وہ کس حدیث کے مصداق تھے؟ اس لئے اب جو جلسۂ تعزیت مختلف ناموں سے منعقد کئے جاتے ہیں وہ رسم ہیں، لوگوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے۔ اور اس قسم کے سمیناروں سے بچنا چاہئے۔ اسی طرح کسی بڑے کی وفات پر مدارس میں چھٹی کرنا بھی غیروں کا طریقہ ہے، اس کا بھی کچھ ثبوت نہیں! لوگوں کو اسلامی طریقہ پر مضبوط رہنا چاہئے، واللہ الموافق

حررہ
سعید احمد عفا اللہ عنہ پالنپوری
خادم دار العلوم دیوبند
۸ر ذی الحجۃ ۱۴۳۹ھ

المصدق
حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ
مفتی دار العلوم دیوبند
۹ر ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ

باسمہ تعالیٰ، مذکورہ تحریر میں حضرت مدظلہ نے جلسۂ تعزیت کا جو حکم بیان فرمایا وہ صحیح اور درست ہے، اس نوع کے جلسے شریعت کے مزاج سے میل نہیں کھاتے، ان میں روافض کی مجالس عزا، اور اہل بدعت کے عرس کی صورۃً مشابہت ہے، فتاوی خلیلیہ ۱/۲۸۷ میں حضرت سہارنپوریؒ کا ایک مفصل

Scanned by CamScanner

فتوی کہ خطبہ وغیرہ میں حضرات حسنین کا تذکرہ خلفاء راشدین کے بغیر نہ ہو، اسپر
حضرت اقدس تھانوی نے تائیدی دستخط فرماتے ہوئے یہ عبارت لکھی "اسکے ساتھ ایک
مشورہ بھی احقر عرض کرتا ہے کہ مناسب ہے کہ کوئی مجلس خاص اس ذکر کیلئے منعقد
نہ کیجائے، ورنہ خدشہ ہے کہ چند روز میں اس مجلس کا حال محفل مولود کا سا نہ ہو جائے
اور مواعظ کے ساتھ یہ ذکر بھی ہو جایا کرے، والسلام علی من اتبع الہدی" اھ
تعزیتی جلسوں میں منکرات شامل ہوتے ہیں اسکی مشروط اجازت بھی دی جائے
تو امت میں اسکا رواج پڑ جائیگا اور اسکا اہتمام ہونے لگے گا، پھر اسپر قابو پانا انتہائی
مشکل ہو جائے گا، العبد محمد طاہر عفا اللہ عنہ

مفتی مظاہر علوم سہارنپور

۲۱/۱۲/۱۴۳۹ھ

Scanned by CamScanner